

بنیادی عقائد

لفظ عقیدہ عقد سے بنا ہے جس کے معنی ہیں باندھنا اور گرہ لگانا۔ تو عقیدہ کے معنی ہوئے باندھی ہوئی یا گرہ لگائی ہوئی چیز۔ انسان کے پختہ اور اہل نظریات کو عقائد کہا جاتا ہے۔ اس کا ہر کام اُنھی نظریات کا عکس ہوتا ہے۔ یہ عقائد اس کے دل و دماغ پر حکمرانی کرتے ہیں۔ یہی اس کے اعمال کے محرک ہوتے ہیں۔

عقیدے کی مثال ایک بیج جیسی ہے اور عمل اس بیج سے اُگنے والا پودا۔ یہ ظاہر ہے کہ پودے میں وہی خصوصیات ہوں گی جو بیج میں پوشیدہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبروں نے اپنی تبلیغ کا آغاز عقائد کی اصلاح سے کیا۔ سید و عالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی جب مکہ مکرمہ میں پیغام رسالت پہنچانا شروع کیا تو سب سے پہلے عقائد کی اصلاح پر زور دیا۔ اسلام کے بنیادی عقائد یہ ہیں۔ تو حید رسالت، ملائکہ آسمانی کتابوں اور آخرت پر ایمان لانا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلِكَيْنَ الْبَرِّمَنِ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَ الْمَلَائِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَ النَّبِيِّنَ ؕ (سورۃ البقرہ: 177)

ترجمہ: لیکن بڑی نیکی تو یہ ہے جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور سب (الہامی) کتابوں اور پیغمبروں پر۔

توحید

توحید کا مفہوم:

اسلامی عقائد میں سب سے پہلا عقیدہ توحید کا ہے۔ توحید کے لغوی معنی ہیں ایک ماننا۔ یکتا جاننا۔ دین کی اصطلاح میں اس سے مراد یہ ہے کہ سب سے برتر و اعلیٰ اور ساری کائنات کی خالق و مالک ہستی کے واحد و یکتا ہونے پر ایمان لانا اور صرف اسی کو عبادت کے لائق سمجھنا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ختم المرسلین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے سب نے لوگوں کو توحید کی تبلیغ کی اور انھیں بتایا کہ کائنات کی تمام اشیاء اللہ ہی کی مخلوق ہیں اور سبھی اس کے عاجز بندے ہیں۔ اس لیے صرف اللہ ہی کی عبادت کرنی چاہیے اور اسی کے احکام کو ماننا چاہیے۔

وجودِ باری تعالیٰ:

جب بھی ہم کسی بنی ہوئی چیز کو دیکھتے ہیں تو ہمارا ذہن اس کو بنانے والے کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ مکان کو دیکھیں تو معمار کا تصور آ جاتا ہے۔ گھڑی کو دیکھیں تو گھڑی ساز کا تصور آ جاتا ہے۔ کیونکہ ہم یہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ کوئی مکان مہمار کے بغیر یا کوئی گھڑی گھڑی ساز کے بغیر بن سکتی ہے۔ اسی طرح جب کائنات پر غور کیا جائے تو ضرور اس کے بنانے والے کا خیال بھی آئے گا۔ کیونکہ کوئی صحیح ذہن اس بات کا

تصور نہیں کر سکتا کہ اتنا بڑا منظم و مریوط جہاں کسی بنانے والے کے بغیر خود بخود بن گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

أَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط (سورۃ ابراہیم: 10)

ترجمہ: کیا اللہ میں شبہ ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین۔

کائنات پر جب گہری نظر ڈالی جائے تو اس میں ایک نظم و ضبط نظر آئے گا۔ کہیں بھی بے ترتیبی نہیں ملے گی۔

الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ط مَا تَرٰى فِي خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِن تَفٰوُتٍ ط فَارْجِعِ الْبَصَرَ ط هَلْ تَرٰى مِن فُطُوْرٍ ۝

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَوَيْلِكَ يَنْقَلِبُ اِلَيْكَ الْبَصَرُ حٰسِبًا وَّ هُوَ حَسِيْبٌ ۝ (سورۃ الملک: 3، 4)

ترجمہ: (وہی اللہ ہے) جس نے سات آسمان تہ بہ تہ پیدا کر دیئے تو (اللہ) رحمن کی صنعت میں کوئی فتور نہ دیکھے گا۔ سو تو پھر

نگاہ ڈال کر دیکھے کہ کہیں تجھ کو کوئی خلل نظر آتا ہے پھر بار بار نگاہ ڈال کر دیکھ۔ لوٹ آئے گی تیرے پاس تیری نگاہ و رد ہو کر تھک کر۔

سورج اپنے مدار میں گردش کر رہا ہے۔ اور چاند اپنے مدار میں۔ سورج چاند کے مدار میں نہیں جاتا اور چاند سورج کی طرف نہیں بڑھتا۔

اسی طرح ایک خاص وقت تک رات رہتی ہے۔ اور ایک خاص وقت تک دن۔

لَا الشَّمْسُ يَنْتَعِبُ لَهَا اَنْ تُوْدِكَ الْقَمَرَ وَلَا النِّجْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ط وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُوْنَ ۝ (سورۃ النہر: 40)

ترجمہ: نہ آفتاب کی مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے اور سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔

کائنات کی ہر چیز میں ایک مقرر اندازہ اور خاص نظم و ضبط پایا جاتا ہے۔

اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝ (سورۃ القمر: 49)

ترجمہ: ہم نے ہر چیز کو (ایک خاص) اندازے سے پیدا کیا ہے۔

کائنات کا یہ نظم و ضبط اس بات کی روشن دلیل ہے کہ ایسی اعلیٰ و برتر ذات موجود ہے جس نے کائنات میں یہ خوب صورت نظام پیدا فرمایا ہے۔

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْخِلَافِ النَّبْلِ وَالنَّهَارِ الَّذِيْ لَا وِلٰى اِلَّا اللّٰهُ ۝ (سورۃ ال عمران: 190)

ترجمہ: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات دن کے اول بدل میں اہل عقل کے لیے (بڑی) نشانیاں ہیں۔

دن رات چاند سورج اور زمین و آسمان کا نظم و ضبط سب اللہ تعالیٰ کی حکمت و کاریگری کی نشانی ہے۔

صُنِعَ اللّٰهُ الَّذِيْ اَتَقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ط (سورۃ النمل: 88)

ترجمہ: کاریگری اللہ ہی کی ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنا رکھا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

اَمْ خُلِقُوا مِن غَدْرٍ شَيْءٍ ۙ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۙ بَلْ لَا يُؤْقِنُوْنَ ۝ (سورۃ النور: 35، 36)

ترجمہ: کیا یہ لوگ بغیر کسی کے (پیدا کیے) پیدا ہو گئے ہیں۔ یا یہ کہ خود (اپنے) خالق ہیں۔

یا انھوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کر لیا ہے۔ اصل یہ ہے کہ ان میں یقین ہی نہیں۔

جس طرح زمین و آسمان اور ساری کائنات وجود باری تعالیٰ کی گواہی دیتے ہیں اسی طرح انسان کی فطرت کی آواز بھی یہی ہے۔ انسانی

تاریخ کے مطالعہ سے مہذب سے مہذب اور وحشی سے وحشی ہر طرح کی قوموں میں قادر مطلق کی ذات کا اعتراف ملتا ہے۔ آثار قدیمہ کی تحقیقات سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ دنیا کے مختلف گوشوں میں بسنے والی وحشی اقوام جن کی فکری و ذہنی سطح بہت پست تھی وہ بھی کسی نہ کسی شکل میں اللہ کے وجود کی قائل تھیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وجود باری تعالیٰ پر ایمان انسان کی فطرت میں داخل ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

فَطَوَّرَتِ اللَّهُ الْبَيْعَ فَطَوَّرَ النَّاسَ عَلَيْنَا * (سورۃ الروم: 30)

ترجمہ: اللہ کی اس فطرت (کا اجماع کرو) جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ ۝ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝ (الذاریات: 20-21)

ترجمہ: اور زمین میں (بہت سی) نشانیاں ہیں یقین لانے والوں کے لیے اور خود تمہاری ذات میں بھی۔ تو کیا تمہیں دکھائی نہیں دیتا؟ کائنات کو بنانے والی یہ اعلیٰ و برتر ہستی صرف ایک ہی ہے۔ انسان کو صحیح سوچ اسے اسی نتیجہ پر پہنچاتی ہے۔ کیونکہ اگر ایک سے زیادہ رب ہوتے تو ان کے باہمی تصادم کی وجہ سے کائنات کا یہ نظام ایک لمحہ کے لیے بھی قائم نہ ہو سکتا۔

لیکن کائنات تو اپنی مربوط و منظم شکل میں موجود ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ معبود برحق صرف ایک ہی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ۝ (سورۃ انبیاء: 22)

ترجمہ: اگر ان دونوں (یعنی زمین و آسمان) میں علاوہ اللہ کے کوئی معبود ہوتا تو ان دونوں میں فساد برپا ہو جاتا۔

ذات و صفات باری تعالیٰ

عقیدہ توحید کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات میں بھی اور صفات میں بھی اور صفات کے تقاضوں میں بھی یکتا تسلیم کیا جائے۔ ذات کی یکتائی کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور حقیقت میں کوئی دوسرا فرد و حصہ دار نہیں۔ لہذا اس کی کوئی برابری کر سکتا ہے اور نہ اس کا کوئی باپ یا اولاد ہے کیونکہ باپ اور اولاد کی حقیقت ایک ہی ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی حقیقت میں کوئی شریک نہیں تو نہ اللہ تعالیٰ کسی کا بیٹا بیٹی ہے اور نہ اس کا کوئی بیٹا بیٹی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۝ وَلَمْ يُولَدْ ۝ وَلَهُ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝ (سورۃ الاخلاص: 4-1)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔ صفات باری تعالیٰ کی یکتائی کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی صفات کا مالک ہے جو کسی اور فرد میں موجود نہیں۔ وہ اپنے علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر، غرض ہر صفت میں یکتا اور بے مثل ہے۔

صفات کے تقاضوں میں یکتائی کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کو پیدا کیا وہی سب کا مالک اور رازق ہے۔ سب اسی کے محتاج ہیں۔ وہی سب کو دینے والا ہے۔ لہذا تمام مخلوق پر لازم ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک اور قدیر و عظیم پروردگار کی عبادت و بندگی بجا

لاہیں۔ اور کسی دوسرے کو اس کا شریک نہ بنائیں اور اس کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کریں۔

شرک

عقیدہ توحید انسان کا سب سے پہلا عقیدہ ہے۔ شرک اور اس کی تمام اقسام بعد کی پیداوار ہیں۔ دنیا کا پہلا انسان عقیدہ توحید ہی کا قائل تھا۔ پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام تھے جو اللہ تعالیٰ کے پہلے نبی تھے۔ آپ نے اپنی اولاد کو بھی اسی عقیدہ کی تعلیم دی مگر جیسے جیسے انسانی آبادی میں اضافہ ہوتا گیا اور لوگ ادھر ادھر بکھرنے لگے تو آہستہ آہستہ لوگوں نے سچی تعلیمات کو بھلا دیا اور گمراہی کا شکار ہو کر ایک اللہ بزرگ و برتر کی بجائے کئی خدا ماننے لگے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ انھیں بھی معبود بنالیا۔ ان لوگوں نے جس چیز کو بہت ناک دیکھا اس سے ایسے خوفزدہ ہوئے کہ اسے دیوتا سمجھ لیا اور اس کی پوجا پاٹ شروع کر دی۔ اس طرح انھوں نے آگ کا دیوتا، سمندر کا دیوتا اور آندھیوں وغیرہ کے دیوتا گھڑ لیے۔ دوسری طرف جن چیزوں کو بہت نفع بخش پایا ان کی بھی پوجا شروع کر دی۔ گائے وغیرہ کی پوجا اسی وجہ سے شروع ہوئی۔ ان لوگوں کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے یکے بعد دیگرے کئی پیغمبر بھیجے۔ جنہوں نے ان کو توحید کا بلو لایا اور اسبق یا اولاد یا اور شرک کی مذمت کی۔ قرآن مجید میں شرک کو بہت بڑا ظلم کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنَّ الْبُغْزَ لَظُلْمٍ عَظِيمٍ ۝ (سورۃ العن: 13)

ترجمہ: بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہوا:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَهُ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ (سورۃ النسا: 48)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ (یہ بات) معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جائے۔ لیکن اس کے علاوہ جس کسی کو بھی چاہے گا بخش دے گا۔

شرک کے لغوی معنی "حصہ داری" اور "سائے پن" کے ہیں۔ دین کی اصطلاح میں شرک کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات یا صفات کے تقاضوں میں کسی اور کو اس کا حصہ دار اور سائے پن بھرا نا۔ اس طرح شرک کی تین اقسام ہیں:

1۔ ذات میں شرک

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقت میں کسی دوسرے کو حصہ دار سمجھنا۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ کسی دوسرے میں یہی حقیقت مان کر اسے اللہ تعالیٰ کا ہمسرا اور برابر سمجھنا اور دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کی اولاد سمجھنا یا کسی کو اللہ تعالیٰ کی اولاد سمجھنا۔ کیونکہ والد اور اولاد کی حقیقت ایک ہی ہوتی ہے۔ لہذا جس طرح دو خداؤں یا تین خداؤں کو ماننا شرک ہے اسی طرح کسی کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا یا بیٹی سمجھنا بھی شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ يَلَدُ لَكَ وَلَدًا يُؤَلِّدُكَ ۚ وَلَقَدْ يَكُونُ لَكَ كُفُؤًا آخِذًا ۝ (سورۃ الاطلاس: 4، 3)

ترجمہ: نہ اس کی کوئی اولاد ہے نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔

2۔ صفات میں شرک

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جیسی صفات کسی دوسرے میں ماننا اور اس جیسا علم قدرت یا ارادہ کسی دوسرے کے لیے ثابت کرنا کسی

دوسرے کو ازلی وابدی سمجھنا یا کسی دوسرے کو قادر مطلق تصور کرنا یہ سب شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ (سورۃ الشوریٰ: 11) ترجمہ: کوئی چیز اس کی مثل نہیں۔

کیونکہ ہر مخلوق اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے۔ جس میں جو صفت بھی پائی جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ذاتی ہیں کسی کی عطا کردہ نہیں۔

3- صفات کے تقاضوں میں شرک

اللہ تعالیٰ عظیم صفات کا مالک ہے۔ ان صفات کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے اور اسی کے سامنے پیشانیاں جھکائی جائیں۔ حقیقی اطاعت و محبت کا صرف اسی کو حق دار سمجھا جائے اور یہ ایمان رکھا جائے کہ وہی کارساز ہے۔ اقتدار اعلیٰ صرف اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اسی کے قوانین پر عمل کرنا ضروری ہے اور اس کے قوانین کے مقابلے میں کسی کا قانون کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

أَلَّا تَعْبُدُونَ إِلَّا إِلَٰهًا (سورۃ بنی اسرائیل: 23)

ترجمہ: تم صرف اسی کی عبادت کیا کرو۔

وَاللَّهُمَّ إِلَهٌ وَاحِدٌ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (سورۃ البقرہ: 163)

ترجمہ: اور تمہارا وجود ایک اللہ ہے۔ بجز اس کے کوئی معبود نہیں ہے۔

وَمَنْ لَّهُمْ يَحْكُمُ مِمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ (سورۃ المائدہ: 44)

ترجمہ: اور جو کوئی اللہ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو یہی لوگ کافر ہیں۔

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ (سورۃ یوسف: 40)

ترجمہ: حکم صرف اللہ کے لیے ہے۔

اللہ تعالیٰ کو ہی معمم حقیقی سمجھا جائے اور خلوص دل سے اس کا شکر بجا لایا جائے۔ یہ شکر صرف یہی نہیں کہ زبان سے "یا اللہ تیرا شکر ہے" کہہ دیا جائے بلکہ اس کی حقیقی صورت یہ ہے کہ اپنی عبادت و بندگی کا رخ صرف اللہ کی ذات کی طرف پھیر دیا جائے اور غیر اللہ کی عبادت و بندگی کا اپنی عملی زندگی میں کوئی شائبہ تک نہ رہنے دیا جائے۔

ہمیں اس بات کا خوب خیال رکھنا چاہیے کہ شرک صرف یہی نہیں کہ پتھر یا لکڑی کے بت بنا کر ان کی پوجا کی جائے بلکہ یہ بھی شرک ہے کہ ہر چھوٹی بڑی حاجت کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے لوگوئی جائے۔ ہر مشکل میں اللہ تعالیٰ ہی کو قادر مطلق اور مستجاب الاسباب سمجھ کر اسی کے فضل و کرم سے اپنی مجبوریوں کا حل تلاش کرنا چاہیے۔ بے شمار مسلمان ایسے ملتے ہیں جو زبان پر تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں لیکن عملاً اپنی اولاد و روزگار و صحت اور دیگر مسائل کو انسانوں کے سامنے اسی عاجزی اور امید سے پیش کرتے ہیں جس کا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ حق دار ہے۔

انسان کی اس کمزوری کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے:

وَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ إِلَهَاتٍ لَعَلَّهُمْ يُنصَرُونَ ۚ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُنْحَضُونَ ۚ (سورۃ نَس: 75، 74)
 ترجمہ: اور پکڑتے ہیں اللہ کے سوائے اور حاکم کو کہ شاید ان کی مدد کریں۔ نہ کر سکیں گے ان کی مدد
 اور وہ ان کے حق میں ایک فریق ہو جائیں گے لا حاضر کیے ہوئے۔

دوسری جگہ فرمایا:

أَقْرَبُ هَذَا الَّذِي يَبْزُقُكُمْ إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهُ ۚ (سورۃ الملک: 21)
 ترجمہ: بھلا وہ کون ہے جو روزی دے تم کو اگر اللہ اپنی روزی بند کرے؟

انسانی زندگی پر عقیدہ توحید کے اثرات:

عقیدہ توحید سے انسان کے فکر و عمل اور شخصیت میں نمایاں اور انقلابی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

1- عزت نفس:

عقیدہ توحید انسان کو عزت نفس عطا کرتا ہے۔ انسان جب یہ یقین کر لیتا ہے کہ اس کا خالق و مالک اللہ ہے۔ وہی طاقت کا سرچشمہ ہے اور وہی قادر مطلق ہے تو اس عقیدہ کی روشنی میں انسان صرف اللہ ہی کے سامنے جھکتا ہے اور اسی سے ڈرتا ہے۔ اب اس کی پیشانی انسانوں یا پتھر کی بے جان صورتوں کے سامنے جھکنے کی ذلت سے محفوظ ہو جاتی ہے۔ علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے:

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
 ہزار سجدوں سے دینا ہے آدمی کو نجات

2- انکسار:

عقیدہ توحید سے تواضع و انکسار پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ توحید کا پرستار جانتا ہے کہ وہ اللہ کے سامنے بے بس ہے اس کے پاس جو کچھ ہے سب اس کا دیا ہوا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ دینے پر قادر ہے وہ جحیم لینے پر بھی قادر ہے۔ لہذا بندے کے لیے تکبر و غرور کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسے تواضع و انکساری زیب دیتا ہے۔

3- وسعت نظر:

عقیدہ توحید کا قائل تنگ نظر نہیں ہوتا کیونکہ وہ اس رحمن و رحیم پر ایمان رکھتا ہے جو کائنات کی ہر چیز کا خالق اور سب جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اس کی رحمتوں سے سب فیض یاب ہوتے ہیں۔ اس عقیدے کے نتیجے میں مومن کی ہمدردی، محبت اور خدمت عالیگیر ہو جاتی ہے۔ اور وہ ساری خلق خدا کی بہتری اور بھلائی کو اپنا نصب العین بنا لیتا ہے۔

4- استقامت اور بہادری:

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے سے استقامت اور بہادری پیدا ہوتی ہے۔ مومن جانتا ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور اس کی محتاج ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کو سب پر قدرت حاصل ہے۔ لہذا اسی کے سامنے جھکتا چاہیے اور اسی سے ڈرنا چاہیے۔ اس عقیدے کے ذریعے مومن

کے دل سے دوسروں کا خوف نکل جاتا ہے اور وہ استقامت و بہادری کی تصویر بن جاتا ہے۔ اور کسی بڑے سے بڑے فرعون کا خوف اپنے دل میں نہیں لاتا۔ خواہ بدرواح کے غزوات ہوں یا حسین و خندق کے وہ ہر جگہ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (ندان پر کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمزدہ ہوتے ہیں) کا پیکر بن جاتا ہے۔

5۔ رجا نیت اور اطمینان قلب:

عقیدہ توحید کا ماننے والا مایوس اور ناامید نہیں ہوتا۔ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت پر آس لگائے رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی شرگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ وہ بزار جم و کریم ہے۔ وہ تمام خزانوں کا مالک ہے اور اس کا فضل و کرم بے حد و حساب ہے۔ انسان جس قدر دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرتا ہے اس کے دل کو اتنا ہی اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

6۔ پرہیز گاری:

عقیدہ توحید سے انسان کے دل میں پرہیز گاری پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر مومن کا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام ظاہر اور پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔ اگر بندہ پوشیدگی میں کوئی جرم کر لے تو ممکن ہے لوگوں کی نگاہوں سے چھپ جائے مگر اپنے اللہ کی نظر سے نہیں چھپ سکتا ہے۔ کیونکہ وہ تو دلوں کے ارادوں کو بھی جانتا ہے۔ یہ ایمان انسان میں یہ جذبہ پیدا کرتا ہے کہ وہ ”خلوت و جلوت میں کہیں بھی گناہ کا ارتکاب نہ کرے اور ہمیشہ نیک اعمال بجالائے“ کیونکہ معاشرہ اسی وقت صحیح معنوں میں انسانی معاشرہ بن سکتا ہے جب لوگوں کے اعمال درست ہوں۔ توحید پر ایمان عمل صالح کی بنیاد فراہم کرتا ہے کیونکہ انسان کے تمام اعمال اس کے دل کے تابع ہوتے ہیں۔ اگر دل میں ایمان کی روشنی موجود ہو تو عمل صالح ہوگا۔

نجات و فلاح کے لیے ایمان اور عمل صالح دونوں کا ہونا ضروری ہے۔ اسی لیے قرآن مجید میں جا بجا ارشاد ہوا۔
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ (جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے) جس طرح کوئی درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے اسی طرح ایمان کی پہچان عمل صالح سے ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتا ہے مگر اس کے اعمال اچھے نہیں تو یہی سمجھا جائے گا کہ ایمان نے اس کے دل کی گہرائیوں میں پوری طرح جگہ نہیں بنائی۔ غرضیکہ عقیدہ توحید اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ نیک اعمال بجالائے جائیں اور بڑے اعمال سے بچا جائے۔

رسالت

رسالت کا مفہوم

اسلام کے سلسلہ عقائد میں توحید کے بعد رسالت کا درجہ ہے۔ رسالت کے لغوی معنی ”پیغام پہنچانا“ ہیں اور پیغام پہنچانے والے کو رسول کہا جاتا ہے۔ اسلامی اصطلاح میں رسول اس ہستی کو کہا جاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام کی تبلیغ کے لیے اپنی مخلوق کی طرف بھیجا ہو۔ رسول کو نبی بھی کہا جاتا ہے۔ نبی کے معنی ہیں ”خبر دینے والا“ چونکہ رسول لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے ارشادات سے آگاہ کرتا ہے اس لیے اسے نبی بھی کہا جاتا ہے۔ انبیاء اور رسول اپنے معاشرہ کے بے حد نیک اور پارسا انسان ہوتے ہیں۔ جن پر اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے اپنے احکام نازل فرماتا ہے۔ وحی کے لغوی معنی دل میں چپکے سے کوئی بات ڈالنا اور اشارہ کرنے کے ہیں۔ اور اسلامی اصطلاح میں اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ پیغام ہے جو اس نے اپنے کسی رسول کی طرف فرشتے کے ذریعے نازل کیا یا براہ راست اس کے دل میں ڈال دیا یا کسی